PDFBOOKSFREE.PK

اقبال اکیڈمی، ظفر منزل، تاج پورہ، لاہور

اقبال علیہ الرحمۃ

کے

چند جواہر ریزے

مرتبہ

پروفیسر خواجہ عبدالحمید ایم۔اے گورنمنٹ کالج لاہور

PDFBOOKSFREE.PK

قیمت دس آنے

www.pdfbooksfree.pk

طبع اول دسمبر سنہ ۱۹۷۳ء

PDFBOOKSFREE.PK

مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور

ناشرین کی طرف سے

علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے مسلمانوں کی جو علمی سیاسی اور مذہبی خدمات سرانجام دی ہیں وہ محتاجِ بیان نہیں۔ موصوف کے انتقال کے بعد سے اہل علم اپنے اپنے طریق اور اپنے اپنے خیال سے علامہ کی ترجمانی میں مصروف ہیں۔ گو اس سلسلے میں جتنا کام ہونا چاہئے وہ ابھی تک نہیں ہوا تاہم جو کچھ ہوا ہے وہ بھی اس غلام آباد ہند میں کافی سمجھا جانا چاہئے۔ بڑے لوگوں کی صحبت میں جن ہستیوں کو کچھ وقت گزارنے کا موقع ملتا ہے وہ اس لحاظ سے نہایت خوش نصیب ہوتے ہیں کہ انہیں عام طور پر قریب سے مطالعہ کرنے اور فیضیاب ہونے کا موقع ہاتھ لگ جاتا ہے اور وہ وہ باتیں اُن کے علم میں آجاتی ہیں جو کتابوں میں عموماً نہیں پائی جاتیں۔

ضرورت تھی کہ وہ لوگ جنہوں نے علامہ کے ساتھ کچھ وقت گزارا ہے وہ اپنے اپنے تجربات اور اپنی اپنی معلومات کو ان حضرات کے لئے کتابی

www.pdfbooksfree.pk

شکل میں جمع کر دیتے جنہیں آپ سے ملاقات کا موقع نہیں ملا یا ملا تو بہت
کم ملا۔ مگر افسوس کہ دو ایک معمولی کوششوں کو چھوڑ کر کسی نے اس خصوص
میں کوئی قابلِ ذکر کوشش نہیں کی ۔

پچھلے دنوں میرے محترم دوست پروفیسر غلام دستگیر رشید پروفیسر
نظام کالج حیدرآباد دکن نے میری توجہ اُس مضمون کی طرف مبذول کرائی جو ۱۹۳۴ء
میں رسالہ معارف اعظم گڑھ میں پروفیسر عبدالحمید صاحب نے اقبال کے چند
"چند جواہر ریزے" کے نام سے شائع کرایا تھا۔ مجھے پہلے ہی سے اس سلسلے
میں کسی اچھی چیز کی تلاش تھی اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اقبال کے
شیدائیوں کے لئے اِن جواہر ریزوں کو کتابی شکل میں جمع کر دوں ۔

سپاس ناگزاری ہوگی اگر میں اپنے محترم دوست پروفیسر غلام دستگیر رشید کا
شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے اس مضمون کی اہمیت مجھ پر واضح کی اور آئندہ بھی
سلسلے کی چیزوں کی اشاعت میں ہاتھ بٹانے کا وعدہ فرمایا میں جناب پروفیسر
عبدالحمید صاحب کا بھی ممنون ہوں جنکے علمی خزانے کے یہ چند جواہر ریزے میں
آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ

محمد شاہ ایم اے۔ سکرٹری اقبال اکیڈمی لاہور

مقدمہ

ڈاکٹر شیخ سر محمد اقبال علیہ الرحمتہ سے پہلی بار ملاقات کا شرف
مجھے نومبر ۱۹۳۲ء میں حاصل ہوا، اس سے پہلے میں اپنی طالب علمی
کے زمانہ سے بیسیوں بار اُن کو دُور سے دیکھ چکا تھا۔ اسلامیہ
اسکول لاہور کی طالب علمی کے زمانہ میں جب کبھی انجمن حمایت اسلام
کے سالانہ جلسے میں ڈاکٹر صاحب تشریف لاتے تو ہر شخص کی
زبان پر یہ ہوتا "آج ڈاکٹر اقبال نے آنا ہے"۔ ہر کس و ناکس وہاں
موجود ہوتا، آپ بالعموم لَے سے اپنی نظم پڑھا کرتے تھے پہلی
نظم جو میں نے اُن کی زبان سے بغیر ترنم کے سنی "شکوہ"
تھی اس کے بعد "شمع و شاعر" اور "جواب شکوہ" (جو موچی دروازہ
کے باغ میں پڑھی گئی) دوبارہ ترنم "خضر راہ" سے شروع ہوا
جو اسلامیہ اسکول دروازہ شیرانوالہ کے صحن میں پڑھی گئی
اِن دنوں ڈاکٹر صاحب کی طبیعت قدرے علیل تھی۔ اس
لئے نظم مذکور گاؤ تکیہ کے سہارے بیٹھ کر پڑھی تھی ۔

www.pdfbooksfree.pk

اس زمانہ سے پہلے مجھ جیسے شخص کے لئے ڈاکٹر صاحب
کا نام، ان کی شکل و صورت اور ان کا ترنم ہی باعثِ کشش ہوتا
تھا۔ اسکول اور کالج کے زمانہ میں ہر مسلمان طالب علم کو
ڈاکٹر صاحب کے کچھ نہ کچھ اشعار (اور لاہور میں تو ہر ملت
کے طلبا کو) یاد ہوتے تھے اور مجلسیں ان اشعار کے ترنم سے
گرمائی جاتی تھیں۔ کالج کے زمانہ میں ڈاکٹر صاحب کو ہر روز
مشن کالج کے دروازہ سے باہر والی سڑک پر اپنی مختصر سی
گاڑی (رگ) میں چیف کورٹ سے واپس آتے دیکھتا تھا
چہرہ سرخ، سنہری مونچھیں، ترکی ٹوپی اور سیاہ سوٹ،
ہاتھوں میں گھوڑے کی باگ، غرض اسی شان سے ہر روز
تفریح کی گھنٹی میں مجھے دور سے ان کی زیارت نصیب ہوتی
تھی۔ لاہور میں ہم لوگوں میں "ڈاکٹر صاحب" کا لقب صرف
اقبال ہی کے لئے وقف تھا۔ اس لئے آئندہ سطور میں اسی
لقب سے یاد کروں گا۔

نومبر ۱۹۲۰ء میں ہندوستان بھر میں تحریک عدم تعاون

زوروں پر تھی۔ لاہور میں کانگریس کے کارکنوں کی خاص توجہ
اسلامیہ کالج کی طرف مبذول تھی مسلمان اور ہندو اکابر لاہور
میں جمع تھے۔ اور ان کی ہدایات کے مطابق کانگریسی کارکنوں
نے اسلامیہ کالج میں "جماعتوں" کا کام تقریباً ناممکن کر دیا تھا
خود اسلامیہ کالج کی ہستی معرض خطر میں تھی۔ ڈاکٹر صاحب ان
دنوں انجمن حمایت اسلام لاہور کے جنرل سکریٹری تھے، چنانچہ
ایک روز کالج کے چند پروفیسروں نے (جن میں راقم الحروف
بھی شامل تھا) فیصلہ کیا کہ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں چل کر
ان متضاد فتووں اور قراردادوں کے متعلق جن کی بارش
ہر سمت سے کالج پر ہو رہی تھی۔ ان کی رائے دریافت کی جائے
ڈاکٹر صاحب ان دنوں انارکلی والے مکان میں مقیم تھے۔
آپ حسب عادت آرام کرسی پر بیٹھے تھے حقہ پاس تھا، (میں نے
انہیں ان کی قیام گاہ میں حقہ کے بغیر کبھی نہیں دیکھا) ڈیڑھ
دو گھنٹوں تک تحریک عدم تعاون کے مختلف پہلوؤں پر
گفتگو ہوتی رہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابھی انہوں نے اس

www.pdfbooksfree.pk

تحریک کی ضرورت اور صحت کے متعلق کوئی قطعی رائے قائم
نہیں کی۔ گاندھی جی کی انھوں نے بہت تعریف کی۔ جو کام وہ
ہندو قوم کی بہتری کے لئے کر رہے تھے۔ اسے مد نظر رکھتے
ہوئے فرمانے لگے کہ کوئی تعجب نہ ہوگا۔ اگر ہندوؤں کی آئندہ
نسلیں انہیں اوتار تسلیم کر لیں۔ ہم لوگوں نے دریافت کیا کہ
ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ ظریفانہ انداز میں فرمایا جس قدر کام کالج
میں ہو سکتا ہے کرتے جاؤ۔ ہاں بھئی یہ ڈر ہے کہ کالج ٹوٹ نہ
جائے اور آپ لوگوں کو تلاش روزگار کی زحمت اٹھانی پڑے
سو میرا مشورہ یہ ہے کہ ایک وقت کا کھانا کاٹ دو۔ میں
نے بھی یہ کام شروع کیا ہے اور میری صحت پر اس کا اثر بہت اچھا
پڑا ہے۔ اس پر قہقہہ پڑا اور ہم لوگ واپس آ گئے۔

اس کے بعد مجھے گاہے گاہے ان کی خدمت میں حاضر
ہونے کا موقع ملتا رہا اور ۱۹۲۴ء سے ۱۹۲۶ء تک تو شاید کوئی
ہفتہ ایسا نہ تھا جس میں ان کی خدمت میں ایک یا دو بار حاضری
کا اتفاق نہ ہوا ہو۔ ان صحبتوں میں طرح طرح کی باتیں ہوتی تھیں

اگر کوئی اور صاحب موجود نہ ہوتے تو میں ان سے بعض باتوں
اور مسائل کے متعلق سوالات کرتا جن کا وہ کمال مہربانی سے شافی
جواب مرحمت فرماتے۔ میرے ذمہ ایک فرض یہ تھا کہ فلسفہ
اور جنرل سائنس کے متعلق جو اچھی اور تازہ چھپی ہوئی کتاب نظر
سے گذرے اسے ان کی خدمت میں پیش کروں، اور پیش کرنے
سے پہلے پڑھ لوں، چنانچہ کتاب لیتے وقت وہ مجھ سے اس کے
متعلق رائے پوچھتے ہوئے اچھا خاصہ امتحان لے لیا کرتے تھے

ڈاکٹر صاحب کی زبان فیض ترجمان سے جو ہزار ہا جواہر
ریزے بکھرتے رہے ہیں، ان میں سے چند جو مجھے ملے اور جن میں
کوئی ایسی بات نہیں جو کسی کے لئے بار خاطر ہو، میں نے یہاں
جمع کیا ہے، ان میں ان باتوں کو درج نہیں کیا ہے جن میں
ملی یا سیاسی معاملات پر تفصیلی بحث تھی۔ یا جن میں فلسفہ یا
سائنس کے دقیق مسائل پر بحث تھی۔ ایسی باتوں کو بھی ترک
کر دیا گیا ہے جن کا تعلق ذاتیات سے ہے، ایسی باتیں بھی
نہایت پر لطف اور سبق آموز ہوتی تھیں، لیکن ان کا شائع

www.pdfbooksfree.pk

FREE PDF BOOKS
www.pdfbooksfree.org
TRUSTED DOWNLOADS

کرنا مناسب نہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی یاد ان کے عقیدت مندوں کے دلوں میں ابھی تازہ ہے۔ گو وقت گزرتا جائے گا اور ان کی شخصیت کے خط و خال ذہن میں دھندلے پڑتے جائیں گے۔ اس وقت ہر اس شخص کے پاس جو ان کی خدمت میں حاضر ہوا (اور ایسے اشخاص کی تعداد ہزار ہا ہے) ان کا کوئی نہ کوئی ذہنی تبرک ضرور موجود ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ان تبرکات کو جمع کر دیا جائے۔ افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو زندگی میں کوئی باسول BOSS WELL نہ ملا۔ اس لئے درخواست ہے کہ جن بزرگوں اور دوستوں کو ان سے ملنے کا اتفاق ہوا ہو وہ اپنی اپنی معلومات کو قلمبند کر کے شائع فرمانے کی کوشش کریں۔

۱

ایک روز طہارت کے اسلامی قواعد کا ذکر اتفاقاً چھڑ گیا۔ اس سلسلہ میں غیر مسلم قوموں کی طہارت بھی معرض بحث میں آئی۔ ڈاکٹر صاحب فرمانے لگے "میں جب طالب علمی کے سلسلہ میں انگلستان گیا تو میرا لوٹا میرے ساتھ ہوتا۔ چند روز اسی طرح گزرے۔ آخر میری میزبان یعنی مالکۂ مکان (LAND LADY) سے رہا نہ گیا۔ (یہ خاتون پچاس سال کے لگ بھگ ہونگی اور میرے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آتی تھیں) مجھے پوچھنے لگیں یہ چیز تم غسل خانے میں کیوں لے جاتے ہو۔ میں نے ان سے کہا کہ اسلامی طہارت کا ایک قاعدہ یہ ہے کہ قضائے حاجت کے بعد صرف کاغذ یا مٹی کے ڈھیلے کا استعمال کافی نہیں ہے بلکہ پانی سے استنجا کرنا بھی ضروری ہے چنانچہ

SMRFKS LIBRARY
Price

FREE PDF BOOKS
www.pdfbooksfree.org
TRUSTED DOWNLOADS
www.pdfbooksfree.pk

اس موضوع پر گفتگو شروع ہوئی۔ میں (یعنی ڈاکٹر صاحب) نے ان کے سامنے طہارت اور غسل کے اسلامی اصول بیان کئے۔ مثلاً غسل جنابت مسلمان مرد اور عورت پر اسی طرح فرض ہے جس طرح عورت پر طہر کا غسل میں نے کہا۔ بڑی بی! کسی خاص غسل کی آپکو حاجت نہ ہوگی البتہ طہارت کا پانی ضرور استعمال کیا کیجئے۔ یہ باتیں سن کر بڑی بی بہت خوش ہوئیں۔ اور فرمانے لگیں کہ ضرور ایسا کرونگی۔ مسلمانوں کے یہ قواعد نہایت پاکیزہ ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ سائنس دان اور اہل طب کو اسلامی قواعدِ طہارت کا گہرا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اور اس سلسلہ میں جو کام اہل فلسفہ نے کیا ہے اسے بغور پڑھنا چاہئے۔

۲

یہود کا لالچ اور دولت کا عشق ضرب المثل ہے۔ اس کے متعلق کئی مرتبہ ڈاکٹر صاحب سے میری گفتگو ہوئی ایک مرتبہ مثال کے طور پر فرمانے لگے کہ جب میں انگلستان گیا تو میں نے ڈاکٹر آرنلڈ صاحب سے یہ خواہش کی کہ میرے قیام کا انتظام ایسے گھر میں کرا دیا جائے جہاں ذبیح کا خاص انتظام ہو۔ یورپ میں صرف یہود اس بات کا خاص طور پر خیال رکھتے ہیں کہ صرف اپنا ذبیح کھائیں۔ چنانچہ ایک اچھے یہودی گھر میں میری رہائش کا انتظام کروایا گیا۔ ان لوگوں میں بہت خوبیاں تھیں۔ اپنی "نماز" باقاعدہ پڑھتے تھے۔ جب میں گھر میں ہوتا تھا تو میں بھی شریک ہو جاتا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ مسلم ہونے کی وجہ سے

www.pdfbooksfree.pk

حضرت موسیٰ میرے لئے بھی پیغمبر ہیں اور میں ان کی روش
پر چل سکتا ہوں وغیرہ۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد میرا دل ان لوگوں
کی طرف سے کھٹا ہو گیا۔ مجھے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ
ہر اس چیز میں جس کی مجھے ضرورت ہوتی تھی اور جس کو میں
ان کے ذریعہ سے منگاتا تھا یہ لوگ دوکانداروں سے کمیشن
لیا کرتے تھے۔ ان کی اسی ایک عادت نے ان کی تمام
خوبیوں پر پانی پھیر دیا۔
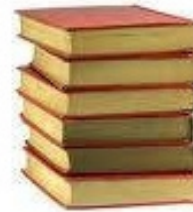
۴

کیمرج کے زمانہ میں چند ہمعصروں سے مذہب پر بحث
چھڑ گئی۔ ایک صاحب پوچھنے لگے مسٹر اقبالؔ یہ کیا بات
ہے کہ جتنے پیغمبر اور بانیانِ مذہب دنیا میں آئے وہ
بلا استثنا ایشیا میں مبعوث ہوئے۔ یورپ میں ایک بھی
پیدا نہیں ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا۔ بھئی شروع
شروع میں اللہ میاں اور شیطان نے اپنا اپنا بٹیر اچھا لیا
اللہ میاں نے ایشیا کو پسند کیا اور شیطان نے یورپ کو۔
اسی لئے پیغمبر جو اللہ میاں کی طرف سے آئے ہیں ایشیا
میں مبعوث ہوئے۔ وہ صاحب بول اُٹھے تو پھر شیطان
کے پیغمبر کیا ہوئے۔ انہوں نے جواب دیا۔ یہ تمہارے
میکاؤلی اور مشہور اہل سیاست اس کے رسول ہیں۔
اس پر بہت قہقہہ پڑا۔

Download Free Pdf Books, High Quality Islamic books, Urdu, English, Pashto, Books and Novels on Islamic History, Action, Adventure, Romance, Horror, Poetry books in Urdu Pashto, and Persian languages.

www.pdfbooksfree.pk

۵

یورپ اور انگلستان میں اس وقت بھی ہزاروں
اشخاص ایسے موجود ہیں جن کے خیال میں ہندوستان میں صرف
بڑے بڑے دریا - پہاڑ - جنگل - بیابان چند بڑے بڑے شہر
شیر - سانپ - بچھو - سپیرے اور جنگلی لوگ پائے جاتے ہیں
یہ خیال بہت کچھ پادریوں - سرکاری ملازموں اور سیاحوں
کی جدت طبع کا مرہونِ منت ہے - اسی طرح سے یہ لوگ
اپنی بہادری اپنے ہم عصروں پر جتا سکتے ہیں - اور گپیں
ہانک کر مجلسوں کو گرما سکتے ہیں - چنانچہ طالب علمی کے زمانہ
میں جب اقبال انگلستان گئے (یہ ۱۹۰۵ء کا زمانہ تھا)
تو انہیں بھی اس طرز خیال کا تجربہ ہوا - ایک مجلس میں ایک
لیڈی صاحبہ پوچھنے لگیں - کیوں مسٹر اقبال، کیا آپ کے پلنگ کے نیچے
بھی ہر روز صبح کے وقت سانپ ہوتا تھا - ڈاکٹر صاحب نہایت
سنجیدگی سے بولے نہیں بی جان ہر روز نہیں - ہر تیسرے دن ۔

۶

ایک مرتبہ ایشیا اور یورپ کے باہمی فرق و امتیاز
کا ذکر ہو رہا تھا - میں نے پوچھا کیا ایشیا اور یورپ کی عورتوں
میں بھی وہی فرق ہے ، جو ان ممالک کے مردوں کے درمیان
ہوتا ہے - اسی سلسلہ میں میں نے انگریزی جرمن عورتوں
کے باہمی امتیاز اور فرق کے متعلق ڈاکٹر صاحب سے پوچھا
(انگریز اور جرمن عورتوں کی تخصیص اس لئے کی تھی کہ ڈاکٹر
صاحب طالب علمی کے زمانہ میں زیادہ تر انہی دو ملکوں میں
رہے تھے) فرمایا - انگریز عورت میں وہ "نسائیت" اور
"بے ساختگی" نہیں جو جرمن عورت میں ہے - جرمن عورت
ایشیائی عورت سے ملتی جلتی ہے - اس میں محبت کی گرمی
ہے - انگریز عورت میں یہ گرمی نہیں - انگریز عورت گھریلو
زندگی اور اس کی بندشوں کی اس طرح شیدا نہیں جس
طرح کہ جرمن عورت ہے - میں نے عرض کیا کہ آپ کے

www.pdfbooksfree.pk

اس خیال کی تصدیق مسٹر ڈبلیو۔ ٹی۔ سٹیڈ (W.T.STEAD
جو انگلستان کے مشہور سیاست تھے اور کسی زمانہ میں انگریزی
رسالہ ریویوز کے مدیر بھی تھے) کے ایک قول سے ہوتی ہے
جو اس وقت مجھے یاد ہے۔ ایک موقعہ پر انہوں نے یہ کہا
تھا کہ جرمن عورتیں درحقیقت پردہ میں ہیں۔ (یہ قول زمانہ
قبل از جنگ کا ہے۔ لیکن کوئی تعجب نہیں اگر اب بھی صحیح
ہو) انگریز اور امریکن عورتوں کی آزادی کے مقابلہ میں جرمن
عورتیں نظریۃً پردہ ہی میں ہیں ۔

۷

طلب علم کے سلسلہ میں جب ڈاکٹر صاحب لنڈن
میں تھے تو سر سید علیہ الرحمتہ کے ایک رفیق جن کا اسم مبارک
مولوی .... صاحب تھا (غالباً آپ ایڈووکیٹ
تھے) سیاحت کے سلسلہ میں یورپ کی سیر کرتے ہوئے
انگلستان پہنچے (ان بزرگ کو میں نے سنہ ۱۹۱۰ء میں مسلم
یونیورسٹی کے وفد میں لاہور میں دیکھا تھا میں ان دنوں
اسلامیہ اسکول میں پڑھتا تھا۔ اس وقت مولوی صاحب
شکل و ہیئت میں بالکل سر سید کا مثنیٰ تھے۔ وہی لمبی ترکی
ٹوپی لمبی سفید ڈاڑھی۔ سیاہ مارننگ ڈریس الغرض چھوٹے
پیمانے پر سر سید معلوم تھے) پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ
جنہیں اقبال سے شغف تھا اور جن کی توجہ سے اقبال
گورنمنٹ کالج لاہور میں ہی مستفید ہوئے تھے ان
دنوں لنڈن یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر تھے۔ اور

www.pdfbooksfree.pk

اقبال کے مربی خاص تھے ۔ بلکہ جب پروفیسر موصوف چند
ماہ کے لئے مصر تشریف لے گئے تو اقبال ہی کو اپنا جانشین
بنوا کر گئے تھے ۔

مولوی صاحب لنڈن میں تشریف لائے ۔ چونکہ
پروفیسر آرنلڈ سر سید مرحوم کے حلقۂ اثر بلکہ خود علی گڑھ کالج
میں رہ چکے تھے ۔ اس لئے مولوی صاحب ان کے پاس
گئے ۔ انہوں نے اقبال کو حکم دیا کہ بھئی مولوی صاحب
کو لندن کی تمام قابل دید جگہیں اور چیزیں دکھا دو ۔ ۔ ۔
اقبال نے نہایت تندہی سے مولوی صاحب کو جگہ جگہ
پھرایا ۔ اور شام کے قریب کسی قہوہ خانہ میں جا بیٹھایا
وہاں چائے اور قہوہ کے علاوہ چند ستم پیشہ لڑکیاں بھی
موجود تھیں ۔ اور خدا جانے اقبال کے اشارے یا خود اپنی
جولانی طبع سے وہ مولوی صاحب قبلہ کے گرد جمع ہو گئیں
کوئی مولوی صاحب کو قہوہ پینے کی تلقین کرتی ۔ کوئی ان کی
نورانی داڑھی پر شیدا تھی ۔ ایک دو نے تو شاید مولوی صاحب

کے رخساروں پر عقیدت کی ایک دو مہریں بھی جڑ دیں ۔
اس مصیبت سے جب ان کو نجات ملی تو وہ غصہ سے
بھرے ہوئے پروفیسر آرنلڈ کی خدمت میں پہنچے اور
اقبال کی شکایت کی ۔ دوسرے روز جب اقبال پروفیسر
صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ بہت خفا
تھے ۔ فرمانے لگے ۔ اقبال تم لندن میں آ کر بیحد شریر ہو گئے
ہو ۔ تمہیں شرم نہ آئی ۔ مولوی صاحب ایسے بزرگ کو قہوہ خانے
میں لے گئے ۔ اقبال نے نہایت متانت سے جواب دیا ۔
قبلہ آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ لندن کی تمام قابل دید جگہیں
مولوی صاحب کو دکھا دوں اگر میں مولوی صاحب کو
صرف لندن کا عجائب خانہ ۔ چڑیا گھر محلات ۔ تاریخی عمارتیں
وغیرہ ہی دکھلا دیتا تو وہ لندن کے متعلق سخت غلط فہمی
میں مبتلا رہتے ۔ اور ہندوستان جاتے ہوئے لندن کے
متعلق نہایت غلط اور یکطرفہ خیالات لے کر جاتے ۔ لندن کی
زندگی میں قہوہ خانوں کا رخ خواہ برا ہو یا بھلا بہت اہم ہے

www.pdfbooksfree.pk

اسی لئے میں نے مناسب سمجھا کہ مولوی صاحب کو یہ تاریک
پہلو بھی دکھادوں۔ میں انہیں جان بوجھ کر وہاں لے گیا تھا
اقبالؔ کا یہ خیال کہ زندگی کا ہر پہلو دیکھنے سننے اور تجربہ کرنے
کے لائق ہے۔ ان کے اسلامی فلسفہ کا ایک اہم رکن تھا۔ اسی
خیال سے مجبور ہو کر انہوں نے سوامی جی کے سوانح نگار دل
کو ٹوکا تھا۔

۸

جسم اور روح کی جو غلط تقسیم پرانے زمانے سے فلاسفہ
اور مذاہب میں ہو چکی ہے اس کے بُرے نتائج ہیں
سب سے بُرا نتیجہ یہ ہے کہ عام مذاہب میں جسم اور
اس کی خواہشات کو برا کہا گیا ہے۔ لیکن اسلام میں نہ
"جسم" کو کبھی برا کہا گیا اور نہ جسمانی لذات کو کوسا گیا ہے۔
صرف اس کی حدیں مقرر کر دی گئی ہیں۔ جو شخص اسلامی
حدود کے اندر رہ کر جسمانی لذات حاصل کرے، اس سے
مواخذہ نہیں اور نہ وہ گنہگار ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے
کہ وہ ان لذات میں ترتیب کا لحاظ رکھے اور اعلیٰ کو ادنیٰ
کے لئے قربان نہ کرے۔ دوسرے مذاہب کے بانی اور
پیرو لذات جسمانی سے اس قدر متنفر ہیں کہ خود "جسم" کا
وجود ہی گناہ تصور کیا جاتا ہے۔ اور اس گناہ کا کفارہ
صرف یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہر طرح سے جسم کو ایذا دی جائے

www.pdfbooksfree.pk

اور جسمانی لذات کے حصول کو گناہ کبیرہ سمجھا جائے۔ ادھر جسم
میں خودی ہے۔ جس قدر اس کو ٹھکراؤ بگڑتا ہے۔ دباؤ ابھرتا
ہے۔ لذات سے محروم رکھو تو ہر وقت ان ہی کی فکر میں
رہتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس اسلامی تعلیم کو بار بار
اور نئے نئے رنگ میں اپنی تصنیف میں بیان کیا ہے۔

تقریباً بارہ یا تیرہ سال ہوئے ہیں ایک روز شام
کے وقت ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ باتوں
باتوں میں یہی مسئلہ معرض بحث میں آ گیا۔ فرمانے لگے۔
ابھی چند ہی روز ہوئے کہ مجھے اس اسلامی تعلیم کی صحت کا
ثبوت ضمناً ذکر کرنا پڑا۔ دو تین ہندو صاحبان میرے پاس
آئے اور کہنے لگے۔ کہ ہم نے رشی سوامی جی کی سیرت لکھی ہے
آپ چونکہ سوامی جی کے گہرے دوست تھے۔ اسلئے آپ
اس سیرت پر نظر ثانی کریں اور ہمیں مزید مواد دیں۔ بلکہ
خود بھی کچھ لکھیں وغیرہ۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا جو سیرت آپ
نے لکھی ہے دکھا دیجئے۔ ڈاکٹر صاحب نے کتاب کو جستہ

جستہ دیکھا۔ یہ سیرت بالکل اسی طرح لکھی گئی تھی۔ جیسے
اس نوع کی کتابیں بالعموم لکھی جاتی ہیں۔ اپنی ممدوح کو
فرشتہ سیرت، ولی اور ہر قسم کی لغزشوں اور نقائص سے
مبرا اور منزہ ثابت کرنا۔ ڈاکٹر صاحب نے ان سے فرمایا
آپ لوگوں نے سوامی جی کی زندگی سے کوئی سبق حاصل نہیں
کیا۔ اور نہ اس درس عبرت کا جو ان کی زندگی سے حاصل
ہو سکتا ہے اس کتاب میں ذکر ہے۔ انہوں نے پوچھا
وہ کیا؟ فرمایا آپ کو معلوم ہے فلاں سال سوامی جی اپنی
تعلیم ہمہ اوسط اور "برہمچاریہ" کے پرچار کے لئے امریکہ
تشریف لے گئے تھے۔ وہاں بعض لوگ جن میں مرد اور
عورتیں دونوں شامل تھے۔ ان کے حلقہ اثر میں آ گئے۔
ان میں ایک مریدنی ضرورت سے زیادہ فیضیاب
ہوئی لیکن واپسی پر سوامی جی اُس عورت اور بچہ دونوں
کو امریکہ ہی میں چھوڑ آئے۔ یہ واقعہ ایک نہایت اہم
اور عبرت آموز سبق ہے جو سوامی جی کی زندگی سے

www.pdfbooksfree.pk

حاصل ہوتا ہے کہ وہ خود برہمچارؔ کو نباہ نہ سکے اور اپنے اس فعل سے انہوں نے اپنی تعلیم کو غلط کر دکھایا لیکن بجائے اس کے کہ وہ اس غلط تعلیم اور غلط اصول کو چھوڑتے انہوں نے اپنی ناکامی کو چھپانا چاہا۔ اور اس وجہ سے انہوں نے بچہ اور اس کی ماں کو امریکہ میں چھوڑ کر ایک اخلاقی گناہ کا ارتکاب کیا۔ آپ لوگوں کا فرض تھا کہ سوامی جی کی زندگی کے اس اہم واقعہ کو کھول کر بیان کرتے تاکہ معلوم ہوتا کہ وہ اپنی تعلیم میں جس کے لئے انہوں نے اپنی زندگی وقف کر دی تھی کس حد تک کامیاب رہے۔" ڈاکٹر صاحب کی یہ بات ان دوستوں کو کیوں بھاتی۔ کہنے لگے۔ جناب والا۔ ان باتوں کو کتابوں اور سیرتوں میں لکھنا نہیں چاہئے۔ یہ کہہ کر واپس چلے گئے۔

میں نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا "سوامی جی سے آپ کی دوستی کس زمانہ میں تھی" فرمایا کہ لاہور میں طالب علمی کے زمانہ ہی میں میری ان سے دوستی بڑھ گئی تھی۔ میں نے

انہیں مثنوی مولانا رومؒ سے آشنا کیا تھا۔ بلکہ پڑھائی بھی تھی سوامی جی سے میں نے سنسکرت سیکھنا شروع کی تھی۔ ڈاکٹر صاحب سوامی جی کے خلوص نیت اور روحانی سرشاری کے بہت معترف تھے۔ اور اسی لئے وہ سوامی جی کے برہمچار کی ناکامی میں ان کی حیات کا اہم ترین سبق پاتے تھے یعنی جو بات سوامی جی سے بھی نبھ نہ سکی وہ ہے ہی غلط۔

Download Free Pdf Books, High Quality Islamic books, Urdu, English, Pashto, Books and Novels on Islamic History, Action, Adventure, Romance, Horror, Poetry books in Urdu Pashto, and Persian languages

www.pdfbooksfree.pk

٩

چند سال ہوئے ایک جرمن یا آسٹرین سیاح ڈاکٹر صاحب کے پاس آیا۔ آپ اس زمانہ میں میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں مقیم تھے۔ سیاح صاحب "جہاں گرد" تھے۔ علی بخش (ڈاکٹر صاحب کے ملازم) نے اسے پہلے دیکھا تو معلوم ہوا کہ پٹھانستان کا کوئی فقیر ہے۔ اُسے اندر بلوایا گیا اور اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ اُس نے ڈاکٹر صاحب کو اپنی بیاض دکھائی جس میں ہر ملک کے مشہور و معروف لوگوں نے اپنے ہاتھ سے کچھ لکھا تھا۔ سیاح مذکور نے ڈاکٹر صاحب سے درخواست کی کہ آپ بھی اس میں کچھ لکھ دیں۔ انہوں نے فارسی کا ایک قطعہ لکھ کر دستخط کر دیے۔ اس نے پوچھا آپ کس چیز کی تعلیم دیتے ہیں۔ جواب میں فرمایا میرے آباد اجداد برہمن تھے۔ انہوں نے اپنی عمریں اسی سوچ میں گزار دیں کہ خدا کیا ہے۔ میں اپنی عمر اس سوچ میں گزار رہا ہوں کہ انسان کیا ہے۔

١٠

۱۹۲۵ء میں ایک دن شام کے وقت میں ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر تھا کہ علی بخش نے اطلاع دی کہ طالب علم ملنے کو آئے ہیں۔ جاڑے کا موسم تھا۔ ڈاکٹر صاحب بڑے کمرے میں بیٹھے تھے۔ (بالعموم وہ شام کے وقت بستر پر بیٹھتے تھے اور ملاقاتی وہیں کرسیوں پر بیٹھ جاتے تھے) لڑکے اندر آئے۔ یہ اسلامیہ کالج کے طلبہ تھے۔ میں چونکہ کالج میں ملازم تھا اس لیے ان کی گفتگو سننا چاہتا تھا مجھے معلوم نہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں وہ شام کو وفد کی صورت میں کیوں حاضر ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے دریافت فرمایا کیوں بھئی کیسے آئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک مشاعرہ کرنے کا ارادہ ہے جناب والا اگر اس کی صدارت قبول فرمائیں تو عزت افزائی ہوگی اور لوگ بھی بہت جمع ہوں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ "صدر" تو میں کسی مجلس یا جلسہ کا بننا نہیں چاہتا۔ البتہ "شعربازی" سے تمہیں روکتا ہوں، اس وقت

www.pdfbooksfree.pk

ہندوستان کو اور بالخصوص مسلمانوں کو "شعر بازی" کی ضرورت
نہیں اور نہ ہر شخص شعر کہنے کے قابل ہوتا ہے۔ لوگ شعر بازی
کی طرف اسی لئے جلد متوجہ ہو جاتے ہیں کہ بغیر کاوش، مطالعہ اور
محنت کے انہیں شہرت حاصل کرنے کی خواہش دامنگیر ہوتی
ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت بہت کم ایسے شاعر ہیں جن کے
کلام میں "بقا" کا عنصر موجود ہو۔ آپ نوجوان ہیں آپ کو اس غلط
روش پر ہرگز نہ چلنا چاہئے۔ ضرورت ہے نثر نگاروں کی جو محنت
اور مطالعہ کے بعد اردو زبان میں مختلف موضوعوں پر کتابیں رسالے
تراجم وغیرہ لکھیں۔ اپنی قوم کو اور خود اپنے کو بہتر بنائیں ڈاکٹر صاحب
کی تقریر کا کم و بیش یہی ماحصل تھا۔ چنانچہ ان کی تقریر نے ان
نوجوان شعراء کے جوش کو ٹھنڈا کیا اور وہ لیکچر سن کر بورڈنگ ہاؤس
سدھارے۔

۱۱

۱۹۲۵ء میں ایک نامور بزرگ لاہور میں تشریف
لائے ان کی لیاقت، وسعتِ علم اور بالخصوص فصاحت و بلاغت
کے متعلق عوام میں بہت مبالغہ آمیز باتیں مشہور تھیں۔ فنِ تقریر
میں بہت کم لوگ ان کی ہمسری کر سکتے تھے۔ اور انگریزی زبان
محاورہ، تلفظ اور ادب میں تو انہیں بلا کی دسترس حاصل تھی۔
میں نے ایک روز ڈاکٹر صاحب سے ان کی بہت تعریف کی۔ وہ
بزرگ بھی نئے نئے وارد ہوئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ
انگریزی فنِ تقریر میں ان کا پایہ مسلّم ہے۔ لیکن یاد رکھو۔ کہ
(انبیاء اور مصلحین اقوام کو چھوڑ کر) جو لوگ بے ضرورت اٹھتے بیٹھتے
تقریریں کرتے رہتے ہیں ان میں روحانیت کا فقدان ہوتا ہے۔
"باتونی" حضرات کے متعلق تو یہ نظریہ بالکل صحیح ہے
لیکن افسوس یہ ہے کہ بعض بڑے بڑے مقرروں کے متعلق بھی
یہ نظریہ غلط نہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ انگلستان میں

www.pdfbooksfree.pk

طالب علمی کے زمانہ میں میں بھی تقریروں کے مشغلہ میں کچھ عرصہ
کے لئے بہت منہمک رہا۔ لیکن بعد میں میں نے اسے بالکل
ترک کردیا۔ علامہ نے جو کلیہ اوپر بیان فرمایا ہے اس میں
بے ضرورت یا ضرورت سے زیادہ "پُرزور ہے" عوام اور
سامعین سے خراج تحسین حاصل کرنے میں مقرر صاحب کو وہ
لطف حاصل ہوتا ہے کہ وہ مسئلہ زیر بحث پر پورا غور کئے بغیر
دھواں دھار تقریر فرما دیتے ہیں۔ اس لئے ایک بزرگوں کے
اقوال و تقریروں میں سطحیت کا عنصر زیادہ نمایاں رہتا ہے۔
بہت کم مقرر ایسے ہوتے ہیں جو کاوش اور مطالعہ سے اپنے
آپ کو اس خطرہ سے محفوظ رکھتے ہیں۔ ان سطحی مقررین کے
برعکس جو شخص کچھ لکھ کر دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے، وہ اپنے
الفاظ پر غور کرتا ہے۔ اور جب تک اسے اپنی بات اور اپنے
استدلال پر پورا یقین نہیں ہوتا وہ انہیں عوام کے سامنے
پیش کرنے سے گریز کرتا ہے۔ اس حقیقت کو البتہ فراموش
نہیں کیا جا سکتا کہ عوام کے دلوں کی تسخیر کے لئے جو طاقت

اور جذب تقریر میں ہو سکتا ہے وہ تحریر میں ممکن نہیں۔
انبیاء اور مصلحین اقوام ہر وقت فکر و عمل میں مصروف
رہتے ہیں وہ جب تقریر کرتے ہیں تو ان کے الفاظ ان کے فکر و
عمل اور ان کی روحانیت و الہام کو دنیا کے سامنے پیش کرتے
ہیں۔ وہ شوقِ تقریر سے مجبور ہو کر نہیں بولتے بلکہ صرف اسلئے
بولتے ہیں کہ بغیر تقریر کے چارہ نہیں۔ ان کی تقریر سراسر روحانیت
ہوتی ہے کیونکہ خود خدا ان کا سکھلانے والا ہوتا ہے۔

Download Free Pdf Books, High Quality Islamic books, Urdu, English, Pashto, Books and Novels on Islamic History, Action, Adventure, Romance, Horror, Poetry books in Urdu Pashto, and Persian languages

www.pdfbooksfree.pk

۱۲

۱۹۲۷ء کے شروع میں ایک شام کو میں ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں بحیثیت مدیر کریسینٹ (CRESCENT) رسالہ اسلامیہ کالج لاہور حاضر ہوا۔ اور ملتجی ہوا کہ نئے سال کا پہلا نمبر نکلنا ہے براہ کرم کوئی پیغام یا ارشاد طلبہ کے لئے دیجئے تاکہ پہلے ورق پر اسے چھاپا جائے فرمانے لگے مضمون لکھنے کا تو وقت نہیں البتہ یہ شعر چھاپ لو:-

پشیمان شو اگر لعلے ز میراثِ پدر خواہی
کجا عیش برون آوردن لعلے کہ در سنگ است

میں نے اسے چھاپ دیا اس سے بہتر پیغام مسلمان طلبہ کے لئے تو شاید ناممکن تھا۔

۱۳

۱۹۲۷ء میں جب مسٹر منوہر لال وزیر تعلیم پنجاب تھے۔ تو مسلمانوں میں اپنی حق تلفی کا بہت چرچا تھا۔ ڈائرکٹر صاحب محکمہ تعلیمات پنجاب ان دنوں سر جارج انڈرسن تھے۔ مسلمان ممبران کونسل کا ایک مختصر سا وفد اس معاملہ پر بحث کرنے کے لئے ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا۔ ڈاکٹر صاحب چونکہ ان دنوں کونسل کے ممبر تھے اور تعلیمی حالات سے واقف، وہ بھی وفد میں شامل تھے۔ رسمی باتیں جو ایسے موقعوں پر ہوتی ہیں، ہوئیں۔ ڈائرکٹر صاحب نے وعدہ فرمایا کہ میں ضرور اس معاملہ پر غور کروں گا اور جہاں جہاں حق تلفی یا بے قاعدگی ہوئی ہے اسکی تلافی کی پوری کوشش کرونگا۔ ڈاکٹر صاحب نے فوراً ظرافت سے کام لیا اور سر جارج سے فرمانے لگے۔ اجی صاحب آپ اتنی کاوش مت کیجئے گا۔ ہم لوگ تو مسلمان ہیں آپ کے اس عذر ہی سے خوش ہو گئے ہیں اب کچھ کرنے کرانے کی ضرورت نہیں۔

www.pdfbooksfree.pk

۱۴

۱۹۲۲ء میں جب ڈاکٹر صاحب کو نائٹ ہڈ
(Knight Hood) کا خطاب ملا تو اسلامیہ کالج کے کریسنٹ ہوسٹل کے
طلبہ نے آپ کو چائے پر مدعو کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کمال مہربانی
سے (جو اُن کا عمر بھر شیوہ رہی) یہ دعوت قبول فرمائی۔ چنانچہ
وقت مقررہ پر آپ تشریف لائے۔ آپ کے دوست نواب سر
ذوالفقار علی خان صاحب بھی ساتھ تھے۔ چائے کے بعد طلبہ نے
درخواست کی کہ ان کی ہدایت کے لئے چند کلمات فرمائے جائیں۔
ڈاکٹر صاحب نے ایک مختصر سی تقریر کی جس کا ماحصل یہ تھا کہ
قوموں کے اخلاق کو خراب کرنے والی چیزوں میں سے ایک
نہایت خطرناک بلکہ مہلک چیز وہ نظریہ ہے۔ جسے فن برائے
فن (ART FOR ART) کہتے ہیں۔ اس نظریہ سے مراد یہ ہے
کہ جمالیات کا ہر شعبہ یا فن صرف اپنے اصولوں کو ہی اپنا معیار
صحت اور نصب العین مقرر کرے۔ اپنے ان اصولوں سے باہر

کوئی اصول (مثلاً اخلاقیات یا روحانیات کا کوئی اصول) اس فن
کی رہبری کا حقدار نہ ہو وہ فن خود اپنا راہبر ہو اس کی ترویج یا
ترتیب یا اس کا ارتقا کسی فوق الفن اصول کے ماتحت نہ ہو
وغیرہ۔ مختصر یہ کہ حسن خود اپنا معیار ہے اور اپنے سے بالاتر کسی
معیار یا مدعا یا نصب العین کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ یہ نظریہ
آج کل مغربی دنیا میں بہت مقبول ہے اور اس کی مقبولیت
کی رفتار اگر اسی طرح تیز رہی تو مجھے یقین ہے کہ وہ ان اقوام کو گرا
کر رہے گا۔ میں نے اپنے کلام میں اس مہلک نظریہ کے خلاف
جہاد کیا ہے اور میں تم نوجوانوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ اس خطرناک
غلطی میں نہ پڑنا۔ فن جب اخلاقیات اور حیاتیات سے علیحدہ
ہوتا ہے تو وہ بہت جلد مخرب اخلاق بن جاتا ہے۔ اعلیٰ مقاصد
کی تکمیل یا پیروی کے لئے جمالیات کے کسی فن کو لوگے تو وہ
اپنے بہترین مدارج طے کریگا۔ اور قوم و ملت میں ایک نئی روح
پھونک دیگا لیکن وہی فن جب ان مقاصد سے بچھڑ جائیگا تو
قوم و ملت کے حق میں زہر قاتل بنے گا۔

www.pdfbooksfree.pk

میں نے اوپر ڈاکٹر صاحب کی مختصر تقریر کا ماحصل (جو شاید دس بارہ منٹ سے زیادہ نہ تھی) اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ بالخصوص اس نظریہ "فن برائے فن" کی تعریف کو واضح کرکے بیان کرنا میں نے مناسب سمجھا ہے۔ یہ تقریر سنے مجھے کئی سال گزر گئے ہیں لیکن بعد کے واقعات نے ان خیالات کو میرے ذہن سے محو ہونے نہیں دیا ہر طرف "فن برائے فن" کی تباہ کاریاں ایک وبا کی صورت اختیار کر رہی ہیں۔ جرمنی اور اٹلی میں تو ہٹلر اور مسولینی کی کوششوں نے اس نظریہ کی اچھی خاصی بیخ کنی کی ہے لیکن دوسرے مشہور مغربی ممالک میں اس کے خلاف کوئی منظم جہاد نہیں کیا گیا۔ ہندوستان میں کچھ عرصہ سے یہ نظریہ نام نہاد تعلیم یافتہ طبقہ میں رائج ہو رہا ہے۔ آزاد خیال فنکار (ARTISTS) اس کے مبلغ ہیں اور عریانیت ان کے فن کے اسرار کی کلید۔ ڈاکٹر صاحب نے اس نظریہ کے مہلک نتائج کو جگہ جگہ اپنی تصنیف میں مثلاً محکوم اور زوال پذیر اقوام کے جمالیات کے تذکرہ میں بیان کیا ہے

اس نظریہ کے برعکس انہوں نے اپنی تعلیم اس شعر میں نہایت بلیغ طریقہ سے بیان کی ہے ؎

دلبری بے قاہری جادوگری است
دلبری با قاہری پیغمبری است

---

www.pdfbooksfree.pk

۱۵

۱۹۲۷ء میں میں نے اسلامیہ کالج کو چھوڑا۔ ممبران سٹاف نے کمال مہربانی سے چائے کی ضیافت دی۔ ڈاکٹر صاحب سے چونکہ مجھے عقیدت تھی۔ اس لئے انہیں بھی مدعو کیا گیا (یعنی اساتذہ کے علاوہ صرف وہی مہمان تھے) وہ از راہ ذرہ نوازی شامل ہوئے۔ باتیں ہوتی رہیں۔ دوران گفتگو میں منتظم صاحب، نے ڈاکٹر صاحب کی شرکت کا شکریہ ادا کیا۔ فرمانے لگے۔ پروفیسر میرا دوست ہے اس کے ملازمتی جنازہ کیلئے مجھے ضرور وقت نکالنا تھا (THE PROFESSOR IS MY FRIEND I HAD TO FIND TIME FOR HIS OFFICIAL FUNERAL) اس پر قہقہہ پڑا۔ فرمانے لگے کہ میں نے ان الوداعی پارٹیوں کے لئے "ملازمتی جنازے" کی اصطلاح وضع کی ہے۔

اس پارٹی میں ڈاکٹر صاحب مسٹر یوسف علی (جو
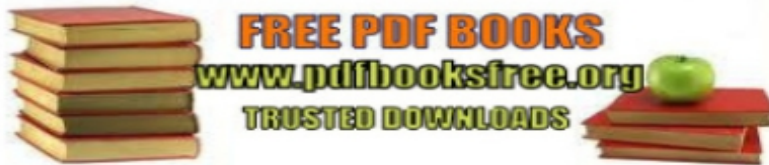
پرنسپل تھے) کے ساتھ بیٹھ کر چائے پی رہے تھے۔ باتوں باتوں میں پردہ کا معاملہ زیر بحث آیا۔ یوسف علی صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کیوں صاحب آپ کو تو پردہ کی مخالفت ضرور کرنی چاہیئے۔ انہوں نے جواب دیا۔ میں تو پردہ کا بہت حامی ہوں یوسف علی صاحب نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ پردہ سے جنسیت کی خواہش تیز تو ہوتی ہے۔ بے پردگی اور عریانی سے وہ راز کھل جاتا ہے۔ جو جنسیت کی جان ہے۔ اس مختصر سے جواب میں انہوں نے انسانی نفسیات کے ایک اہم اصول کو لطیف پیرایہ میں بیان کیا ہے۔

FREE PDF BOOKS
www.pdfbooksfree.org
TRUSTED DOWNLOADS
Download Free Pdf Books, High Quality Islamic books, Urdu, English, Pashto, Books and Novels on Islamic History, Action, Adventure, Romance, Horror, Poetry books in Urdu Pashto, and Persian languages
www.pdfbooksfree.pk

۱۶

ڈاکٹر صاحب کو پورا یقین تھا کہ ان کا کلام اور ان کا
کام باقی رہے گا۔ عرصہ ہوا میں نے ایک روز عرض کیا کہ یورپین
زبانوں میں آپ کا کلام اگر ترجمہ کی صورت میں شائع ہو جائے تو نہ
صرف خود یورپ کے حق میں مفید ہوگا بلکہ صحیح اسلامی نقطۂ نگاہ
اور تعلیم کے متعلق بھی اہل یورپ میں جو غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں
وہ بہت حد تک دور ہو جائیں گی۔ آپ ترجمہ کی اجازت ضرور
دیں۔ فرمانے لگے کہ میرا کلام باقی رہے گا (MY WORK SHALL
LIVE) تراجم آہستہ آہستہ ہو جائیں گے۔

۱۷

گول میز کانفرنس کے سلسلہ میں انگلستان میں ڈاکٹر
صاحب کو کا برادر فضلاء سے تبادلۂ خیالات کا موقع ملا۔ ایک بزرگ
نے عیسائی پادریوں کا مشہور اور جھوٹا اعتراض اسلام کے خلاف
دہرایا اور پوچھا کہ سر محمد کیا یہ سچ ہے کہ اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ
عورت میں روح نہیں ہوتی۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کیا روح
سے مراد وہی شئے ہے جو آپ لوگوں کے خیال میں جسم سے بالکل
علیحدہ اور مختلف ہوتی ہے۔ — صاحب نے کہا جی ہاں۔
انہوں نے جواب دیا "تو پھر صاحب! اسلام کے مطابق عورت کیا
مرد میں بھی روح نہیں ہے۔ اس دقیق اور لطیف جواب کے سمجھنے
کے لئے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے فلسفیانہ
مضامین میں اس نظریہ پر بہت زور دیا ہے کہ روح اور جسم
کی تقسیم قرآنی تعلیم کے بالکل خلاف ہے اور پرانے مذاہب اور
فلاسفہ کی غلط تعلیم کا نتیجہ ہے۔ قرآن کے مطابق انسان ایک

www.pdfbooksfree.pk

فرد ہے جس میں روحانی اور جسمانی خاصیتیں موجود ہیں۔ لیکن
روح اور جسم دو الگ الگ چیزیں موجود نہیں۔ جن سے وہ بنا
ہو۔ روح اور جسم کی یہی غلط تقسیم ہے جس کی وجہ سے بیسیوں
ناقابل حل مسئلے فلسفہ مذہب میں پیدا ہو چکے ہیں۔ اسلام
انسان کو ایک زندہ شخصیت (SPIRITUAL ORGANIC
BEING) تصور کرتا ہے۔ اور یہ تصور قرآن میں نہ صرف
اسی ارضی زندگی کے لئے استعمال ہوتا ہے بلکہ حشر اور حیات
بعد الموت کے لئے بھی قائم رہتا ہے۔ چنانچہ حیات بعد الموت
میں انسان کے لئے جو سزا اور جزا مقرر ہے جس کا ذکر قرآن
میں بار بار آتا ہے وہ روحانی بھی ہے اور جسمانی بھی۔ ڈاکٹر صاحب
نے مندرجہ بالا جواب میں اس مسئلہ کو واضح کیا ہے کہ اسلام
کے مطابق روح اور جسم سے علیحدہ کوئی شے نہیں۔ اس لئے نہ وہ
عورت میں پائی جاتی ہے اور نہ مرد میں۔ کس بلاغت
اور ظرافت سے ایک ہی بات میں نہ صرف ایک جھوٹے
الزام کی تردید کی گئی ہے۔ بلکہ ایک اہم اصول کو بھی

واضح کر دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی روزمرہ کی گفتگو میں
یہی خاصیت بار بار نمایاں ہوتی تھی۔

۱۸

دوسری گول میز کانفرنس کے زمانہ میں انگلستان کی مشہور
سیاح خاتون مس روزیٹا فوربس (MISS ROSITA FORES)
نے ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کا شوق ظاہر کیا چنانچہ مس
صاحبہ نے انہیں اپنے ہاں مدعو کیا۔ یہ خاتون شمالی افریقہ
اور اسلامی ممالک میں بہت پھری ہیں اور ان پر اس سیاحت کا
بہت اچھا اثر پڑا ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے تھے کہ ان کا محل
جو لندن میں ہے وہ ایشیائی بلکہ اسلامی طرز آرائش کا نہایت
لطیف اور شستہ نمونہ ہے۔ سامان آرائش غالیچے۔ زیب و
زینت کے انداز ہر لحاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہارون الرشید

www.pdfbooksfree.pk

کے بغداد کے کسی محل کا خاکہ ہے۔ اس محل میں ڈاکٹر صاحب کی ضیافت ہوئی اور پر لطف مجلس رہی لیکن انہیں خاتون کے محل کی تعریف کا موقع نہ ملا۔ روانگی کے وقت مس صاحبہ سے نہ رہا گیا۔ پوچھنے لگیں۔ "مسٹر محمد میرے اس مکان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔" ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا "آپ نے اپنی بہشت دنیا میں پائی ہے۔ میں اپنی بہشت کا منتظر ہوں"

۱۹

دوسری گول میز کانفرنس سے واپسی پر ڈاکٹر صاحب کی ملاقات روما میں مسولینی سے ہوئی اس ملاقات میں مسولینی نے ان کی تعلیم سے دلچسپی کا اظہار کیا اور اس کی تعریف کی گفتگو آدھ گھنٹے سے زیادہ رہی دورانِ گفتگو میں قوم اور مذہب کا بھی ذکر ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اطالیہ کی موجودہ حالت اور اس کی حل طلب مشکل بہت حد تک ایسی ہے جیسے کہ قبل از اسلام ایران کی تھی۔ ایران کی خوش قسمتی سے اس کے جوار میں عرب کی جری اور بادیہ پیما قوم تھی جس نے ایران کو اپنا تازہ اور خالص خون دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایران میں حیات کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ اور یہ قوم ایک پُر شکوہ تہذیب کی حامل اور علم بردار ہوئی۔ عربی خون کی بدولت ان میں بہترین اہل فن اہل سیاست اور اہل سیف پیدا ہوئے۔ اسی طرح روما کے زوال کے بعد گاتھ اور جرمن قوموں نے اسے اپنا خون دیا اور اسے قرون وسطیٰ میں

www.pdfbooksfree.pk

نشاۃ ثانیہ نصیب ہوئی ۔ اب پھر ایران اور اطالیہ دونوں کو تازہ
خون کی ضرورت ہے ۔ ایران اب بھی اس لحاظ سے خوش قسمت
ہے کہ اس کے شمال میں جری اور نیم مہذب ترکمان موجود ہیں
اور مغرب میں اندرون عرب کے جری قبائل یہ قومیں اپنا خون دیکر
ایران کو پھر زندہ اور قوی کر دیں گی ۔ لیکن موجودہ اطالیہ کے گرد اس
جیسی مہذب قومیں آباد ہیں جن میں صحرائی وحشت اور تازگی
نام کو موجود نہیں ۔ اطالیہ تازہ خون کہاں سے لے گا ۔ ڈاکٹر صاحب
فرماتے تھے کہ مسولینی اس اچھوتے خیال سے بہت متاثر ہوا ۔

۲۰

ڈاکٹر صاحب پر حسن کا بہت گہرا اور فوری اثر ہوتا تھا روما
کے اس قیام کے زمانہ میں (جو صرف چند روزہ تھا) ان کی ایک
دوست خاتون نے (غالباً اسی خاتون نے مسولینی کی ملاقات کیلئے
وقت مقرر کرایا تھا ۔ جو اطالیہ کے طبقہ امراء سے تھی) ان سے دریافت
کیا کہ اگر آپ کو یہاں کوئی خاص چیز دیکھنی ہے تو فرمایئے تاکہ
اس کا انتظام کیا جائے ۔ فرمایا کہ اطالیہ کا حسن مشہور ہے میں
اس شہر روما کی حسین ترین خواتین دیکھنا چاہتا ہوں چنانچہ موصوفہ
نے ایک ٹی پارٹی میں اعلیٰ سوسائٹی کی چند حسین خواتین مدعو
کیں جن سے ڈاکٹر صاحب نے ملاقات کی فرماتے تھے کہ اطالیہ کا
حسن یورپ میں بہترین ہے اور اس ضیافت میں روما کے
حسن کے بعض نہایت لطیف نمونے تھے ۔

Download Free Pdf Books, High Quality Islamic books, Urdu, English, Pashto, Books and Novels on Islamic History, Action, Adventure, Romance, Horror, Poetry books in Urdu Pashto, and Persian languages

www.pdfbooksfree.pk

۲۱

گول میز کانفرنس سے واپسی پر ڈاکٹر صاحب کی ملاقات پیرس میں پروفیسر برگساں سے ہوئی۔ برگساں کی تصانیف کا اثر ان پر بہت تھا۔ ان کا نظریہ "واقعیتِ زمان" (REALITY OF TIME) ڈاکٹر صاحب کے خیال میں اسلامی نقطۂ نگاہ کے بہت قریب تھا۔ چنانچہ دورانِ ملاقات میں اس پر بحث ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے برگساں کو یہ حدیث سنائی کہ "زمانہ کو برا مت کہو کہ زمانہ خدا ہے"۔ فرماتے تھے کہ جس وقت برگساں نے یہ حدیث سنی تو وہ کرسی سے اچھل کر آگے بڑھا اور مجھ سے پوچھنے لگا کیا یہ سچ ہے؟

لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَإِنَّ الدَّهْرَ اَنَا

۲۲

گول میز کانفرنس کے اختتام پر ڈاکٹر صاحب نے ہسپانیہ کا رُخ کیا۔ اس سفر کے واقعات انہوں نے کمال مہربانی سے مفصل سنائے۔ قرطبہ کے جس ہوٹل میں آپ ٹھیرے تھے اس کے مالک (مینجر) سے آپ نے سب سے پہلے یہی پوچھا کہ کیا اس علاقہ میں قدیم مراکشی نسل کے لوگ آباد ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ بڑی تعداد میں۔ آپ نے خواہش ظاہر کی کہ مجھے ان میں سے کسی ایک سے ضرور ملایا جائے۔ مینجر مسکرا کر بولا۔ اس کام کے لئے ہوٹل سے باہر جانے کی ضرورت نہیں میں خود مراکشی اصل سے ہوں۔ (جنوبی ہسپانیہ کے ان باشندوں کو مورسکو (MORISCO) کہا جاتا ہے) حسن اتفاق سے آپ کو پرانی عمارتیں دکھانے کے لئے جو رہبر مقرر کیا گیا تھا (آپ نے یہ شرط رکھی تھی کہ رہبر انگریزی جانتا ہو کیونکہ میں ہسپانوی زبان سے آشنا نہیں) وہ بھی مراکشی اصل سے

www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ اس علاقہ میں عربی مراکشی اثر چہروں کی ساخت میں بہت نمایاں ہے۔ چنانچہ مسجد قرطبہ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

آج بھی اس دیس میں عام ہے چشم غزال
اور نگاہوں کے تیر آج بھی ہیں دلنشیں
بوئے یمن آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے
رنگ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے

اس سفر ہسپانیہ میں آپ کو پروفیسر آسین (ASIN) سے بھی ملاقات کا موقع ملا۔ یہ وہی پروفیسر ہیں جنہوں نے قریباً پندرہ سال یا شاید کچھ زیادہ ہوتے ہیں ایک معرکتہ الآرا تصنیف لکھی تھی جس میں یہ ثابت کیا تھا کہ اطالوی شاعر دانتے پر عربی تخیل بالخصوص ان حدیثوں اور روایتوں کا اثر جو معراج نبوی صلعم اور عذاب دوزخ سے متعلق ہیں کس قدر غالب تھا۔ دانتے کی شہرۂ آفاق تصنیف ڈیوینا کامیڈیا میں یہ اثر صفحہ صفحہ پر نمایاں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ پروفیسر آسین کی خواہش تھی کہ

مسلمان طالب علم بالخصوص ہندوستان کے مسلمان طالب علم ہسپانیہ میں آئیں اور ملک کی زبان سیکھ کر ان قیمتی اور بیشمار عربی مخطوطوں کا مطالعہ کریں جو ہسپانیہ کے بعض کتب خانوں مثلاً اسکوریال میں بند پڑے ہیں (خدا جانے اس خوفناک جنگ میں ان نایاب مخطوطوں کو کس قدر نقصان پہونچا ہو)

ڈاکٹر صاحب کو سفر ہسپانیہ میں معلوم ہوا کہ اس ملک میں قومیت اور وطنیت کی ایک نئی لہر دوڑ رہی تھی۔ ملک میں ایسے نوجوان اور فضلا نکل آئے تھے جو ہفت صد سالہ اسلامی حکومت ہسپانیہ کے کارناموں کو فخریہ بیان کرتے تھے اور اس دور کو اندلس کا بہترین زمانہ کہہ کر یاد کرتے تھے۔ اس تحریک کا نتیجہ تھا کہ مسجد قرطبہ کو کیتھولک چرچ کے مختلف فرقوں سے چھین لیا گیا۔ حالانکہ کئی سو سال سے ان فرقوں نے مسجد کے مختلف حصوں میں اپنی عبادت گاہیں بنالی تھیں۔ وطنیت کی اس تحریک کا چونکہ مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا اس نے مسجد کو محکمۂ آثار قدیمہ کے حوالے کردیا گیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر صاحب

www.pdfbooksfree.pk

نے حکمت الٰہی کی ایک دلپذیر مثال یہ سنائی کہ مسلمانوں کے
اخراج کے بعد جب مسجد قرطبہ (جو تعمیری جمالیات کے لحاظ
سے دنیا کی نادر ترین عمارتوں میں سے ہے) عیسائی راہبوں
کے قبضہ میں آئی تو انہوں نے آیات قرآنی پر جو سنہری حروف
میں مسجد کی دیواروں اور محرابوں پر لکھی ہوئی تھیں پلستر کرا
دیا آج تقریباً پانچ چھ سو سال کے بعد جب وہ پلستر محکمۂ آثارِ قدیمہ
کے حکم سے اکھاڑا جاتا ہے۔ تو وہی نقوش اپنی شان میں دنیا
کے سامنے آتے ہیں۔ اگر پلستر نہ ہوتا تو یہ نقوش غالباً اس وقت
بالکل محو ہو جاتے۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ فقرہ میرے ذہن میں نقش
ہے کہ "مسجد اور اس کے نقوش کو دیکھ کر جو لذت قرآن اور اسلام
کے مفہوم کے متعلق میں نے حاصل کی وہ بیسیوں تفسیروں
سے حاصل نہ کر سکا" ایک بات ڈاکٹر صاحب کو اسپین کے
سفر میں خاص طور سے نوٹ کرنی پڑی کہ اس وقت اس
ملک میں پرانی مساجد کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ ان کا خیال
تھا کہ اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔ یا مسلمانوں کے ہسپانیہ
سے اخراج کے بعد تعصب کی وجہ سے عیسائیوں نے ان تمام
مساجد کو سخت بیدردی سے گرا دیا ہوگا اور یا خود مراکشی اندلس
مسلمانوں کو بے ضرورت مساجد تعمیر کرنے کا وہ شوق نہ تھا جو
ہندوستانی مسلمانوں کو ہے۔ پہلا خیال غالباً زیادہ صحیح معلوم ہوتا
ہے۔

ڈاکٹر صاحب ہسپانیہ کی آب و ہوا کی بیحد تعریف کرتے
تھے۔ فرماتے تھے کہ اس میں دو تین مقامات ایسے ہیں اور
ان کی فضا اس قدر پاک اور شستہ ہے کہ آج کا پکا ہوا سالن
کئی مہینوں تک نہ بگڑے گا۔

---

www.pdfbooksfree.pk

۲۳

دو سال کے قریب ہوئے جب اسپین کی موجودہ
جنگ کا آغاز ہوا تو یہ خبریں بھی پہنچنا شروع ہوئیں کہ
فرنکو کی فوج کا زیادہ حصہ خصوصاً وہ حصہ جو یلغاروں میں
(فیصلہ کن لڑائیوں میں DECISIVE) صف شکنوں
کا کام دیتا ہے۔ تمام تر مراکشی سپاہیوں اور رضاکاروں
مشتمل ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان جفاکش اور جری سپاہیوں
کی تصویریں بھی اخباروں میں چھپنا شروع ہوئی ان خبروں سے
ہندوستان کے ہر پڑھے لکھے مسلمان پر گہرا اثر ہوا تھا اور
ہے۔ میں نے ایک روز ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں اس
خیال کے اثر کا ذکر کیا۔ کہ سرزمین اندلس تقریباً بارہ سو سال
کے بعد پھر مسلمان مراکشی بہادروں کے قوی بازوؤں سے سر
ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب فوراً بولے۔ تمھیں میری نظم مسجد
قرطبہ کا آخری بند یاد نہیں رہا اس میں میں نے پیشین گوئی

کی تھی۔

آبِ رواںِ کبیر تیرے کنارے کوئی
دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کے خواب
عالمِ نو ہے ابھی پردۂ تقدیر میں
میری نگاہوں میں ہے اسکی سحر بے حجاب
پردہ اٹھا دوں اگر چہرۂ افکار سے
لا نہ سکے گا فرنگ میری نواؤں کی تاب

www.pdfbooksfree.pk

۴۴

ڈاکٹر صاحب پر جرمن مفکر نٹشے کا بہت اثر تھا۔ "خودی"
کے اسرار ان پر اس وضاحت اور جدت سے فاش نہ ہوتے
اگر نٹشے کی تصنیف سے وہ لاعلم رہتے۔ بال جبریل چھپنے کے
کچھ عرصہ بعد ایک دفعہ میں نے ان سے عرض کیا کہ پچھلے دنوں
میں نے نٹشے کی فلاں فلاں کتابوں کو کئی سالوں کے بعد دو
شاید تیسری بار پڑھا ہے۔ لیکن اس کی فکر میں وہ تازگی جوش
اور گہرائی ہے کہ ہر بار معلوم ہوتا ہے کہ پہلی بار پڑھ رہا ہوں
اس کے بنیادی خیالات اسلام سے اس قدر قریب ہیں
کہ افسوس ہوتا ہے کہ کسی نے اس کے سامنے اسلامی نقطہ
نظر پیش نہ کیا۔ قرآن سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے اسے اپنے
فلسفہ میں "انکار الوہیت (GODLESSNESS) کی تعلیم دینا
پڑی۔ عیسائیت نے خدا کے بیٹے کو بکری کا بیلا اور اخلاق کو
روحانی پست ہمتی کے مترادف بنا کر اسے صحیح مذہب سے

متنفر کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا "تمہارا یہ خیال بالکل صحیح
ہے اسی لئے تو میں نے نٹشے کے متعلق کہا ہے کہ ع

قلب او مومن دماغش کافر است

ڈاکٹر صاحب کی تصنیف میں شاہین کا فقیر و درویش ہونا
نٹشے کے زرتشت کے اس وعظ سے بہت قریب ہے
جس میں وہ اپنے کوہستانی نشیمن کو اس لئے پسند کرتا ہے
کہ وہاں اسے عقاب اور ستاروں کی ہمسائیگی نصیب ہے"

Download Free Pdf Books, High Quality Islamic books, Urdu, English, Pashto, Books and Novels on Islamic History, Action, Adventure, Romance, Horror, Poetry books in Urdu Pashto, and Persian languages

www.pdfbooksfree.pk

۲۵

ڈاکٹر صاحب سے میں نے دو تین موقعوں پر مرزا بیدلؔ کی شاعری کے متعلق پوچھا ۔ بیدل کے متعلق ان کی رائے نہایت اچھی تھی ۔ میں نے ایک بار کہا کہ اس کی فارسی میں بیضرورت مشکل پسندی ہے ۔ فرمانے لگے کہ تھوڑی کاوش سے یہ مشکل دور ہو سکتی ہے ۔ بیدلؔ نے اپنی خاص اصطلاحات وضع کر رکھی ہیں جنہیں وہ اپنے اشعار میں استعمال کرتا ہے ۔ اگر ان اصطلاحات کو پہلے سمجھ لیا جائے تو بیدل میں مشکل باقی نہیں رہتی ۔ بیدلؔ اس قابل ہے کہ اس کا مطالعہ بغور کیا جائے ۔

۲۶

پچھلے سال اگست یا ستمبر میں ایک روز جب میں شام کے وقت حاضر خدمت ہوا تو آپ حسب معمول جاوید منزل کے صحن میں بستر پر لیٹے تھے ۔ اس سے چند مہینے پہلے ایک دو مرتبہ انہوں نے اپنے بچوں کے لئے ایک معلمہ یا اتالیقہ کی ضرورت کا ذکر کیا تھا ۔ کچھ دیر سیاسی خبروں کے متعلق باتیں ہوتی رہیں ۔ اس دوران میں ایک یوروپین خاتون بچوں کو لے کر گزریں ۔ میرے دریافت کرنے پر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ یہ خاتون بچوں کی اتالیقہ ہیں ۔ جرمن نسل سے ہیں اور نہایت شریف الطبع ہیں ۔ انہیں ہر وقت بچوں کی پرورش کا خیال رہتا ہے اور فرصت کا کوئی وقت بھی وہ بیکار نہیں گزارتیں ۔ کچھ کام نہ ہو تو کمرہ ہی جھاڑنا شروع کر دیتی ہیں ۔ چنانچہ بچوں کی طرف سے تو میری طبیعت اب بالکل مطمئن ہے البتہ مجھے کچھ عرصہ سے تنہائی بہت محسوس ہو رہی ہے ۔ علی بخش میری ضروریات کی نگہداشت کرتا ہے ۔ لیکن میرے لئے اب زیادہ توجہ کی ضرورت ہے

www.pdfbooksfree.pk

صبح سے دوپہر تک کا وقت اچھا گذرتا ہے۔ لوگ آتے
جاتے رہتے ہیں۔ شام کا وقت بھی اِسی طرح گذرتا ہے
البتہ دوپہر سے چار بجے تک کا وقت سخت تکلیف دہ
ہوتا ہے۔ پڑھنا بند ہو چکا ہے اور سوئے انسان کب
تک! میں نے عرض کیا کہ موسیقی کا انتظام ہو جائے تو
طبیعت کو تسکین ہو گی۔ فرمایا کہ مجھے موسیقی کی بہت خواہش
ہے۔ میری طبیعت بھی اس کی طرف مائل ہے۔ لیکن
افسوس ہے کہ ہندوستانی موسیقی بہت الم انگیز اور پژمردہ
ہے۔ جس موسیقی کی مجھے ضرورت ہے وہ ابھی شروع
نہیں ہوئی۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ خیال کہ ہندوستانی موسیقی میں المیت
کا عنصر بہت غالب ہے اور ذوقِ حیات اِس سے پیدا
ہو ہی نہیں سکتا میں نے کئی بار ان کی زبان سے سنا۔
اس نتیجہ پر وہ برسوں پہلے سوچ چکے تھے۔

۲۷

۱۹۳۷ء میں سید سر راس مسعود مرحوم کی وفات کی خبر
اخباروں میں نکلی۔ اس کے چند روز بعد مجھے ڈاکٹر صاحب
سے ملنے کا اتفاق ہُوا۔ مجھے معلوم تھا کہ مرحوم ان کو بہت
عزیز تھے۔ چنانچہ جب میں نے ان کی خدمت میں اظہار
افسوس کیا تو انہوں نے مرحوم کی بہت تعریف کی۔ میں
نے پوچھا کہ مرحوم میں خاص خوبیاں کیا تھیں؟ فرمانے لگے
کہ دو باتیں ان میں نمایاں تھیں ایک یہ کہ وہ بیحد فیاض
تھے۔ ہر کسی کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔ کسی کی
تنگدستی کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے ان کی تنخواہ
(اگرچہ معقول تھی) ان کے لئے کافی نہ تھی۔ کوئی سائل
ان کے گھر سے خالی نہ جاتا تھا۔ میں تمہیں ایک مثال دیتا
ہوں۔ ان کی بیماری سے کچھ عرصہ پہلے میں نے انہیں لکھا
کہ میں نے اپنی وصیت میں چار اشخاص کو اپنے بچوں کا
سربراہ مقرر کیا تھا۔ ان میں سے ایک صاحب فوت ہو گئے

www.pdfbooksfree.pk

ہیں ۔ مجھے بہت خوشی ہوگی اگر آپ سربراہ بننا منظور
فرمائیں ۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ میں لاہور سے
بہت دُور ہوں ۔ اِس لئے بحیثیت سربراہ میں بچوں کو
کیا فائدہ پہنچا سکوں گا ۔ البتہ آپ برائے مہربانی اپنی
وصیت میں یہ الفاظ ضرور درج فرمائیں کہ اگر بچوں کو
خدانخواستہ کبھی مالی تکلیف ہو تو سب سے پہلے اطلاع
کا حقدار سمجھا جائے ۔ دوسری نمایاں خصوصیت مرحوم
میں یہ تھی کہ ان کا دسترخوان بہت فراخ تھا ۔ اور ان
کا کھانا بہترین ۔ اِن کے پاس بہترین باورچی ملازم تھے
وہ عمدہ کھانوں اور ضیافتوں پر بے دریغ خرچ کرتے
تھے ۔ چنانچہ انہوں نے اسی غرض سے خالص عربی میزبانی
کا سامان مکمل جمع کیا تھا ۔ الغرض مرحوم ہندوستان کے
خوش وضع اور مخیر اکابر میں سے تھے ۔ اب ان کا جانشیں
یا ثانی مشکل سے ملے گا ۔

۲۸

ڈاکٹر صاحب سے میری آخری ملاقات آخیر دسمبر ۱۹۳۷ء
میں ہوئی ۔ اس وقت وہ خوابگاہ میں پلنگ پر بیٹھے تھے
کچھ دیر تک وہیں باتیں ہوتی رہیں ۔ پھر علی بخش نے
آکر اطلاع دی کہ کھانا تیار ہے (دوپہر کا وقت تھا)
فرمانے لگے ۔ چلو دوسرے کمرہ میں بیٹھیں ۔ ڈاکٹر صاحب
سوفا پر بیٹھ گئے ۔ علی بخش نے کرسی سامنے رکھ دی اور
کھانا اس پر چُن دیا ۔ میں کھانا کھا کر گیا تھا ۔ اس لئے
قریب ہی دوسری کرسی پر بیٹھ گیا ۔ آپ اشتہا سے کھانا
کھاتے رہے ۔ اور باتیں بھی ہوتی رہیں ۔ اتنے میں رحما
(دوسرا ملازم) اندر آیا اور اطلاع دی کہ مسٹر یوسف علی
اور چھوٹے میاں (نواب سر ذوالفقار علی خانصاحب مرحوم
کے صاحبزادے) آئے ہیں ۔ آپ نے فرمایا ۔ یہیں بلالو ۔
چنانچہ کرسیاں قریب ہی رکھ دی گئیں اور دونوں صاحب
اندر تشریف لائے ۔ مسٹر یوسف علی نے سلام علیک کے بعد

www.pdfbooksfree.pk

مزاج پرسی کی ۔ ڈاکٹر صاحب نے حسب عادت فرمایا ۔
بہت اچھا ہوں ۔ مسٹر یوسف علی نے فرمایا میرا بھی یہ خیال
ہے ۔ کیونکہ کھانا کھانا خود صحت کی نشانی ہے ۔ ادھر اُدھر
کی باتیں ہوتی رہیں ۔ ڈاکٹر صاحب نے پوچھا ۔ بتائیے
انگلستان سے کیسے آمد ہوئی ۔ یوسف علی صاحب نے
جواب دیا کہ قرآن کریم کے آخری تین پاروں کا ترجمہ زیر طبع
ہے ۔ یہ کام اپنی نگرانی میں کروانے کے لئے آیا ہوں ۔
کسی بات پر آپ نے مسٹر یوسف علی کو ایک لطیفہ سنایا ۔
(جو میں بھول گیا اس میں وہابیوں کی یبوست کا ذکر تھا)
میں مسٹر یوسف علی کے سامنے بیٹھا تھا ۔ لیکن غالباً وہ مجھے
پوری طرح سے پہچان نہ سکے ۔ ڈاکٹر صاحب نے ان سے کہا ۔
آپ پروفیسر حمید کو پہچانتے ہیں ۔ اسلامیہ کالج میں دو سال
آپ کے ماتحت کام کر چکے ہیں ۔ مسٹر یوسف علی بولے ہاں
ہاں ! بعد میں تمہیں گجرات میں بھی تو دیکھا تھا ۔ لیکن بھئی
تم نے اپنے بال کیوں اس قدر سفید کر رکھے ہیں ۔ میں نے

عرض کیا کہ خاندانی رجحان سفید بالوں کی طرف زیادہ
ہے ۔ ڈاکٹر صاحب نے مسٹر یوسف علی کی طرف مڑ کر کہا
آپ کی صحت پہلے سے بہت اچھی ہے ۔ وہ بولے پہلے
(اسلامیہ کالج میں) غلام تھا ۔ آج کل آزاد ہوں ۔ ڈاکٹر
صاحب نے فرمایا ۔ نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ ان کے لئے
(میری طرف اشارہ کر کے) زمان (TIME) کی رو آگے
کی طرف بہ رہی ہے اور آپ کے لئے پیچھے کی طرف (
)

اس کے بعد حسب ذیل باتیں ہوئیں ۔
یوسف علی صاحب :۔ فرمائیے آج کل کچھ زیر تصنیف ہے ۔
ڈاکٹر صاحب : اردو اور فارسی دونوں میں کچھ کلام جمع ہو رہا
ہے ۔
یوسف علی صاحب : آپ کو میرے ساتھ وہ وعدہ یاد ہے کہ
آئندہ فارسی چھوڑ کر اردو کی طرف دوبارہ متوجہ ہوں گا ۔
میں بانگ درا کے بعد ڈاکٹر صاحب کی دو اور کتابیں اُردو میں شائع

www.pdfbooksfree.pk

ہو چکی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب جی ہاں میں اردو میں چند سالوں سے لکھ رہا ہوں۔ یوسف علی صاحب۔ یہ جو وہ تصنیف کب مکمل ہوگی۔

ڈاکٹر صاحب۔ اگلے سال مدینہ منورہ میں پہنچ کر۔

یوسف علی صاحب۔ آئندہ سال حج کو ضرور تشریف لے جائیے گا؟

ڈاکٹر صاحب۔ جی ہاں ارادہ تو یہی ہے۔ اطالوی کونسل جنرل نے مجھے دعوت دی ہے کہ اطالوی کمپنی لائڈ ٹرسٹینو کے کسی جہاز میں سفر کیجئے گا۔ یہ جہاز جدہ میں تو نہیں ٹھہرتے لیکن جدہ کے سامنے اطالوی سمالی بندرگاہ پر ٹھہرتے ہیں۔ وہاں سے وہ میرے لئے ایک خاص اگن بوٹ کا انتظام کرنے کا وعدہ کرتے ہیں، جو مجھے جدہ پہنچا دے گی۔ اس طرح سفر میں مجھے تکلیف نہ ہوگی۔ اس کے متعلق خط و کتابت جاری ہے۔

یوسف علی صاحب۔ بیشک اطالوی حکومت کو اسلامی

دنیا میں آپ کی اہمیت کا پورا علم ہوگا اور وہ ہر طرح سے آپ کو سہولت پہنچانے کی کوشش کرے گی۔

ڈاکٹر صاحب۔ میں بھی چاہتا ہوں کہ سفر کی کوفت سے بچوں۔ صحت کی موجودہ حالت میں اس کوفت کو برداشت نہ کر سکوں گا۔

چند منٹ اور گفتگو ہوئی اس کے بعد دونوں صاحب تشریف لے گئے اس ملاقات سے پہلے بھی ایک دو بار مجھ سے ڈاکٹر صاحب نے سفر حجاز کے متعلق اس تجویز کا ذکر کیا تھا۔ انہیں حج کی اس قدر لو لگی تھی کہ غالباً انتقال کے وقت انہیں اسی ایک آرزو کے پورا نہ ہونے کا رنج رہا ہوگا۔

دس پندرہ منٹ کے بعد میں بھی اجازت لے کر رخصت ہوا۔ اس وقت میرے دل میں یہ خیال ہر گز نہ آسکتا تھا کہ چار مہینے کے قلیل عرصہ میں ڈاکٹر صاحب اپنے عقیدت مندوں کو داغ مفارقت دے جائیں گے۔ اس وقت ان کے چہرہ سے صحت ٹپک رہی تھی۔ خط تھوڑی پر

www.pdfbooksfree.pk

پہلے بنوا کر بیٹھے تھے۔ مونچھوں کو تاؤ بھی دے رکھا تھا چہرہ کی شان جرمن جرنیلوں کی سی تھی۔ طبیعت بہت بشاش تھی۔ صرف دو تکالیف تھیں۔ ایک آواز جو کسی طرح کھلتی نہیں تھی اور دوسرے موتیا بند جو کچھ عرصہ سے اتر آیا تھا۔ آواز کے نہ کھلنے کا انہوں نے کبھی گلا نہ کیا تھا اور موتیا بند کا وہ مارچ ۱۹۳۸ء میں اپریشن کرانا چاہتے تھے۔ ان کی شکل و ہیئت سے کوئی ایسے آثار ظاہر نہ تھے جن سے میرے یا اور کسی شخص کے دل میں یہ وہم پیدا ہوتا کہ خودی کا دانائے راز سفر آخرت کے لئے تیار بیٹھا ہے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

Download Free Pdf Books, High Quality Islamic books, Urdu, English, Pashto, Books and Novels on Islamic History, Action, Adventure, Romance, Horror, Poetry books in Urdu Pashto, and Persian languages.

ترجمانِ حقیقت علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ کے افکار و عقائد و پیغام کے واحد مبلغ

ماہ نامہ

پیغامِ حق لاہور

کا مطالعہ کیجئے

★ ★

جو ملک کے مشہور انشاپردازوں کے زیرِ ادارت ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے

قیمت سالانہ چار روپے نمونے کا پرچہ ۶ آنے

مینجر رسالہ "پیغامِ حق" ظفر منزل تاجپورہ لاہور

یہ کتاب پبلیسرز رام لال کپور اینڈ سنز سے کنٹرول نرخ پر کاغذ حاصل کر کے طبع کی گئی ہے

www.pdfbooksfree.pk